حضرت سید میراں حسین زنجانیؒ

حضرت سید علی محمود رحمتہ اللہ علیہ ایران کے مشہور تاریخی شہر زنجان کے بہت بڑے جاگیردار تھے۔ لیکن آپ کا شمار علماء میں ہوتا تھا۔ گھر کی فضا ہمیشہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے معمور رہتی تھی۔ دنیا کی نعمتیں میسر ہونے کے باوجود شاہانہ زندگی سے قطعاً لگاؤ نہ تھا۔ اکثر مال و زر غرباء و مساکین کی حاجت روائی اور مہمان نوازی پر صرف ہوتا تھا۔ ایک رات آپ آرام فرما رہے تھے کہ خواب میں اپنے والد اور مرشد حضرت سید ابو جعفر برقعی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

" اے علی ! رحمت خداوندی سے بیٹا پیدا ہو گا وہ دنیاوی مال و اسباب اور جاہ و حشمت سے بے نیاز رہ کر سیدنا حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نقش قدم پر دین اسلام کی خدمت بجالائے گا۔"

آپ نے جب اس کا ذکر اپنی پاکباز و زاہدہ زوجہ محترمہ حضرت سید مریم صغریٰ سے کیا تو سجدہ شکر بجالائیں کہ ان کا بیٹا دین اسلام کی خدمت میں زندگی بسر کرے گا اور اعلائے کلمتہ الحق کے لئے خود کو وقف کر دے گا۔ وہ خود بھی تبلیغ

دین سے بڑا شغف رکھتی تھیں۔ جس کی وجہ سے خواتین کی ایک جماعت تیار ہو گئی تھی جو مستورات میں تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتی تھی۔

۲۶ شعبان المعظم ۳۵۷ ہجری رات کے دس بجے تھے۔ حضرت سید علی محمود رحمتہ اللہ علیہ مصلّٰی پر بیٹھے اللہ کی بارگاہ میں ذکر و مناجات میں مصروف تھے۔ اس ہنگام گھر میں بڑی چہل پہل تھی۔ خادمائیں مستعدی سے مصروف کار تھیں کہ اتنے میں آپ کو بیٹے کی ولادت کا مژدہ جانفزا سنایا گیا۔ آپ فوراً رب کریم کے آگے جھک گئے اور پھر بیٹے کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ جو اپنے وقت کا بہت بڑا ولی اللہ تھا۔ آپ نے اس کا اسم گرامی حسین رکھا۔ آپ کا شجرہ نسب گیارھویں پشت میں سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مل جاتا ہے۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ گھر کے مذہبی ماحول کی وجہ سے بچپن سے ہی نماز' روزوں اور نوافل کی پابندی کرتے تھے۔ گھر کے قریب ہی مسجد کے امام سے دینی اور روحانی اسرار و رموز سے آشنائی حاصل کی۔ وقت کے ہم آہنگ آپ کے اندر عشقِ الٰہی پروان چڑھنے لگا۔ ابھی بلوغت کو بھی نہیں پہنچے تھے کہ آبادی سے باہر نکل جایا کرتے اور آیات قرآن باآواز بلند پڑھنے میں مصروف رہا کرتے تھے۔

جب بڑے ہوئے تو اپنی زمینوں پر کام کاج کرنے لگے' لیکن زبان ہر وقت ذکر الٰہی سے تر رہتی تھی۔ گھر میں سب کچھ ہونے کے باوجود دنیا کی رنگینیوں سے متنفر تھے۔ لہٰذا منازل سلوک طے کرنے کے لئے کسی مرشد کامل کی تلاش و جستجو شروع کر دی۔

حضرت ابوالفضل ختلی رحمتہ اللہ علیہ سلسلہ جنیدیہ کے بہت بڑے روحانی پیشوا تھے۔ وہ اپنے وقت کے مشہور و معروف محدث و مفسّر اور جیّد عالم تھے۔ وہ شام میں رہتے تھے لیکن تبلیغ اسلام کے لئے گازرون تشریف لے گئے تھے۔ حضرت

سید میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ نے جب آپ کا شہرہ سنا تو ان کی خدمت اقدس میں حاضری کا اشتیاق پیدا ہوا۔ آپ نے اپنے والد ماجد سے حضرت ابوالفضل ختلی رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر خیر کیا تو ایک دن دونوں باپ بیٹا عازم گازرون ہوئے۔ کئی دنوں سفر کی مشکلات برداشت کرنے کے بعد جب منزل مقصود پر پہنچے تو انہیں دیکھ کر حضرت سید میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ کو روحانی طمانیت و سکون میسر آیا اور حلقہ ارادت میں شمولیت کی درخواست کی۔ آپ نے انہیں حلقہ مریدین میں شامل فرما لیا اور ان کے والد سے کہا اللہ کے فضل و کرم سے آپ کا بیٹا بزرگان دین کی صف میں اعلیٰ مقام حاصل کرے گا۔ حضرت سید علی محمود رحمتہ اللہ علیہ نے سنا تو گونا اطمینان نصیب ہوا کہ حسین بیٹا ٹھیک مقام پر پہنچ گیا ہے۔

مرشد کے حکم کے مطابق آپ گوشہ تنہائی میں تزکیہ نفس کے لئے عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ اس طرح طریقت و معرفت و تصوف کی عملی تعلیم و تربیت حاصل کرنے لگے۔ جب کبھی مرشد سیر و سیاحت پر جاتے تو آپ کو ہمراہ لے لیتے تھے جسے حضرت میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ اپنے لئے بڑی سعادت سمجھتے تھے۔ اس طرح جلوت و خلوت کے اسرار آپ پر پوری طرح منکشف ہو گئے۔ ظاہری و باطنی علوم میں کامل دست گاہ حاصل ہو گئی اور اس حقیقت کو جان گئے کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی میں ولایت کا راز پنہاں ہے اور جب آپ کے مرشد کو اطمینان ہو گیا کہ آپ ولایت کے بوجھ کے متحمل ہو سکتے ہیں تو خرقہ عطا فرما کر اجازت بیعت دی اور مسند ارشاد کی عظمت و بزرگی کو برقرار رکھنے کے لئے عمامہ بھی عنایت فرمایا۔ اور میراں کا خطاب بھی دیا۔ اس کے بعد مرشد نے آپ کو ہندوستان جانے کا فرمایا کہ وہاں تبلیغ اسلام کی اشد ضرورت ہے۔

حضرت میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ کس دور کے بزرگ تھے ؟ کیا آپ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے پیش رو اور پیر بھائی تھے یا نہیں۔ کافی

عرصہ اس پر تحریراً" اور تقریراً" بحث و تمحیص ہوتی رہی ہے۔ ایک طبقہ اس کے حق میں ہے کہ حضرت میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے پیش رو اور پیر بھائی تھے اور دوسرا اس خیال کا مخالف ہے۔ میں اس بحث میں الجھنا نہیں چاہتا کہ آپ کس دور کے بزرگ، کس کے پیش رو، کس کے مرید اور کس کے پیر بھائی تھے۔ میرا مقصد صرف بزرگان دین کے حالات زندگی پیش کرنا ہے کہ انہوں نے کس طرح مشقتیں اٹھا کر اپنے رب کو راضی کیا اور ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ میں بذات خود اس گروہ کا ہمنوا ہوں جو یہ کہتا ہے کہ آپ حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کے پیشرو اور پیر بھائی تھے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی تصدیق کرنے والے حضرت خواجہ حسن سنجری رحمتہ اللہ علیہ مصنف "فوائد الفوائد" ہیں جو بزرگوں کی خدمت میں رہنے والے اور ان کے مزاج آشنا تھے۔ ان سے توقع عبث ہے کہ وہ کوئی غلط بات بزرگان دین سے منسوب کریں گے۔ علاوہ ازیں دونوں بزرگوں کے مرشد حضرت ابوالفضل ختلی رحمتہ اللہ علیہ تھے۔

ملک شام سے آپ سیدھے زنجان اپنے گھر پہنچے تو بھائی موسیٰ زنجانی نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ آپ نے جب والدین کو مرشد کے حکم سے مطلع کیا تو انہوں نے بصد خوشی کہا کہ نیکی کے کام میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔ چنانچہ آپ کے دو چھوٹے بھائی حضرت موسیٰ زنجانی و حضرت یعقوب زنجانی مع اہل و عیال ساتھ چلنے پر تیار ہو گئے۔ قریب شام یہ چھوٹا سا قافلہ سوئے ہندوستان چل پڑا۔ بائیس میل کی مسافت پر ایک قصبہ آیا جس کا نام تونہ تھا۔ یہاں اکثریت زرتشت لوگوں کی تھی۔ آپ نے انہیں اکٹھا کیا اور دعوت اسلام دی ایک ماہ قیام کے دوران صرف تین لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

کئی شہروں، قصبوں اور بستیوں سے ہوتے ہوئے اور طویل دشوارگزار راستے طے کرنے کے بعد آپ جلال آباد پہنچے۔ خان یار اس علاقے کا حاکم تھا۔ اس کی

لڑکی کو مرض کوڑھ تھا۔ جب علم ہوا کہ شہر زنجان کا بہت بڑا ولی اللہ آیا ہے تو وہ حاضر خدمت ہوا بڑی محبت سے اہل قافلہ کی تواضع کی اور بیٹی کی بیماری کا ذکر کیا۔ آپ نے پانی پر دم کر کے دیا اور فرمایا اس میں اور پانی ملا کر نہائے اللہ فضل کرے گا چنانچہ لڑکی دنوں میں صحت یاب ہو گئی۔ سارے شہر میں دھوم مچ گئی۔ بے شمار لوگ فیض و برکت کے لئے دراقدس پر حاضر ہونے لگے۔

جب آپ لاہور دریائے راوی کے کنارے پہنچے تو شام کا وقت تھا۔ دریا میں طغیانی تھی۔ دوسرے دن بذریعہ کشتی لاہور میں وارد ہوئے بذریعہ کشف مرشد نے حکم دیا "بیٹا یہی تیری منزل ہے۔" آپ نے موسیٰ زنجانی کو شمالی جانب، یعقوب زنجانی کو شہر کے جنوبی حصے میں قیام کرنے کو کہا اور خود مشرقی حصے میں ٹھہرے جسے آج کل چاہ میراں کہتے ہیں۔ ان دنوں لاہور کفر کا گڑھ تھا۔ مندروں کے پروہت دھرم کے نام پر گلچھرے اڑا رہے تھے اور ہر طرح کی بے حیائی میں ملوث تھے۔ اخلاقی برائیوں نے ڈیرے جما رکھے تھے، غرضیکہ مذہب اور دھرم کے نام پر عوام پر عرصہ حیات تنگ اور تاریک ہوتا جارہا تھا۔ کفر و الحاد و شرک کے اندھیرے چھائے ہوئے تھے جہاں حضرت میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے بھائیوں نے اللہ کی وحدانیت کے چراغ روشن کرنے تھے اور لوگوں کو ظلمت سے روشنی کی طرف لانا تھا۔

حق تبلیغ ادا کرنے کے لئے اولاً آپ نے یہاں کی زبان سیکھی۔ پھر گلی گلی محلے محلے لوگوں کو دعوت حق دینے لگے۔ بسا اوقات چند ایک لوگوں کو یکجا اکٹھا کر کے اسلام کی حقانیت کو قبول کرنے کی تلقین فرماتے۔ نتیجتاً پروہت اور دوسرے اکابرین اپنے لئے خطرہ محسوس کرنے لگے تھے۔ لہٰذا انہوں نے حضرت سیدنا زنجانی رحمتہ اللہ علیہ کے پیچھے بچے لگا دیئے جو آپ کو پاگل کہتے۔ مذاق اڑاتے اور روڑے مارتے۔ لیکن آپ کے پائے استقلال میں کوئی کمی نہ آئی۔ اس طرح تین سال کا عرصہ گزر گیا تو مرشد کے کہنے کے مطابق آپ نے ہر جمعتہ المبارک کو تبلیغ

کرنا شروع کر دی۔ دائم المرض افراد اور دیگر بیمار لوگ بغرض شفا آنے لگے۔ آپ پانی پر دم کر کے دیتے تو شفایاب ہو جاتے۔ اس طرح آپ کی روحانیت کے چرچے ہونے لگے۔ رفتہ رفتہ لوگ اسلام قبول کرنے لگے جن میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا۔

کرامات دلیل بزرگی نہیں لیکن بعض بزرگان دین سے خوارق و کرامات کا ظہور ہوتا رہتا ہے جنہیں دیکھ کر عقیدت مندوں کے ایمان باللہ میں ترقی ہوتی ہے اور غیروں کو انہیں ماننے کے بغیر چارہ نہیں رہتا۔ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ آپ دو ہندوؤں کو کئی دن تک دعوت اسلام دیتے رہے۔ ایک دن انہوں سوچا کہ یہ بوڑھا خواہ مخواہ ہمارا دماغ کھاتا ہے اس کا کام تمام کر دینا چاہیے۔ چنانچہ ایک شب وہ چھپ کر بیٹھ رہے۔ نماز عشاء کے بعد جب آپ ذکر و اذکار میں مصروف ہوئے تو وہ چھروں سے آپ پر حملہ آور ہوئے تو امر ربی سے اندھے ہو گئے۔ واپس جانے لگے تو بینا ہو گئے۔ دوبارہ ارادہ قتل کیا تو پھر کور چشم ہو گئے، اسی طرح دو چار بار ہوا تو سمجھ گئے کہ یہ اللہ کا مقبول بندہ ہے لہٰذا کلمہ پڑھ کر فوراً مسلمان ہو گئے اور تاحیات خدمت بجالاتے رہے۔

حضرت سید میراں حسین زنجانی رحمتہ اللہ علیہ کا قد مبارک دراز اور جسم فربہ تھا۔ کثرت عبادت کے نور سے چہرہ قدرے مائل بہ زردی تھا۔ آنکھیں بادہ عشق الٰہی سے مخمور رہتی تھیں۔ جو لباس مل جاتا زیب تن فرمالیتے تھے۔ زیادہ تر کھدر کے کپڑے پہنتے تھے۔ آپ نے شادی نہیں کی تھی، ساری عمر عبادت و تبلیغ میں بسر کر دی۔ اس شہنشاہ ولایت کا کل اثاثہ ایک چٹائی، لحاف، کھانے پکانے کے چند برتن، مٹی کے ایک دو گھڑے اور لوٹے اور چند کپڑے پہننے کے لئے تھے۔ لیکن دلوں پر حکمرانی کرتے تھے۔ اپنے پرائے ان کے اخلاق حسنہ اور روحانی زندگی کا دم بھرتے تھے۔ جو بھی دروازے پر آیا فیضیاب ہو کر لوٹا لیکن خود فقر و فاقے میں بسر کی۔

آپ نے چوالیس سال لاہور میں قیام فرمایا اور کافرستان میں اسلام کے چراغ روشن کئے۔ اللہ کے فضل و کرم سے آپ کے روشن کئے ہوئے چراغوں کا یہ نتیجہ ہے کہ آج نہ صرف لاہور بلکہ پاک و ہند میں کروڑوں مسلمان آباد ہیں جس میں ان سب نفوس قدسیہ کا ہاتھ ہے جو مختلف مقامات پر آسودہ خواب ہیں اور لوگ آج بھی ان کے مزارات پر حاضر ہو کر فیوض و برکات سے متمتع ہوتے ہیں۔

جب آپ کی عمر مبارک چوراسی سال کی ہوئی تو وصال کا وقت آگیا۔ سخت علیل ہو گئے اور بالآخر ۱۹ شعبان المعظم ۴۳۱ھ ہجری کو داعی اجل کو لبیک کہا۔

کئی سو سال گزرنے کے باوجود آج بھی لوگ اکتساب فیض کے لئے مزار اقدس پر حاضری دیتے ہیں۔ ایسے احساس ہوتا ہے جیسے اب بھی آپ کی آواز فضا میں گونج رہی ہو اور فرما رہے ہوں۔

" بیکار باتوں کے لئے زبان اس وقت آزاد ہوتی ہے جب قوت عمل اور اطاعت کا جذبہ مفقود ہو جائے۔ عشق الٰہی بیکار باتیں کرنے کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔ عشق کی فطرت تسلیم و رضا ہے۔"

اس ارشاد عالیہ کی روشنی میں اگر ہم اپنی زندگیوں اور لیل و نہار کا جائزہ لیں تو حقیقت حال بھیانک شکل میں ہمارے سامنے آکر کھڑی ہو جاتی ہے۔ کتنا وقت ہم جھوٹ، مکروفریب، لہوولعب، یاوہ گوئی اور خرافات میں بسر کرتے ہیں۔ قوت عمل مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔

آپ کی پاک زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہمیں بیکار باتوں میں اپنا قیمتی وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے اور عملی قوتوں کو اجاگر کرنا چاہیے۔ مصائب و آلام سے بچاؤ اور اغیار کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رہنے کی صرف یہی صورت ہے۔